بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو (ہود : ۶)

مُصطفوی
نظامِ معیشت

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔اے ، پی۔ ایچ۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلۂ اشاعت نمبر

۱۲

ادارۂ مسعودیہ
۲/۶ ، ۵۔ ای ، ناظم آباد۔ کراچی ، (سندھ)
اسلامی جمہوریۂ پاکستان ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

وَمَآ اَرۡسَلۡنَاكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ O

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے

(سورۂ انبیاء ۲۱: ۱۰۷)

مصطفوی نظام معیشت

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی

(۱۴)

ادارۂ مسعودیہ

۲/۶،۵۔ای، ناظم آباد، کراچی، سندھ

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انسان اس دنیا میں آیا، ضرورتوں نے اسے گھیرا، احتیاجات نے اس میں حرکت پیدا کی،......سفر درپیش، راہیں سامنے،......یہ مسافر کس راہ پر چلے کہ منزل تک پہنچے؟......کس سے پوچھے، جس سے پوچھتا ہے وہ اپنی بات کرتا ہے......کوئی ہے جو سب کی بات کرے؟......کوئی ہے جو سب کا بھلا سوچے؟......مسافر ہر راہ پر چلتے گئے، مگر تھک تھک کر بیٹھ گئے......پھر ایک ایسا راہبر آیا جس نے سب کو چلنا سکھایا،......جس نے زندگی کا گر بتایا......جس نے جینا سکھایا......جس نے معیشت کی بنیادوں کو مستحکم کیا......آج اسی کی بات ہو رہی ہے مگر جو نظام معیشت اس نے دیا اس پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ:۔......

O......جس زندگی کے لئے یہ نظام دیا گیا ہے وہ زندگی کیا ہے؟

O......نظام لانے والا کون تھا؟

O......نظام بھیجنے والا کون ہے؟

O......کس ذریعہ سے یہ نظام بھیجا گیا؟

O......نظام کی اساس کیا ہے؟

O......نظام معیشت کا دائرہ کار کیا ہے؟

O......نظام معیشت کے نفاذ کا طریقہ کار کیا ہے؟

۲

زندگی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہم کو تصور دیا ہے وہ نہایت ہی وسیع ہے، غور فرمائیں،

O......روز الست سے ولادت تک

O......ولادت سے موت تک

O......موت سے حشر تک

O......حشر سے جنت و دوزخ تک

O......اور جنت و دوزخ سے نہ معلوم کہاں تک

تصور حیات کی یہی پہنائی اور وسعت ہی ہے جس نے پیغام محمدی کو نہایت ممتاز کر دیا ہے، اسلام کے نزدیک یہ زندگی جس کو انسان بھول پن کی وجہ سے سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے، سب کچھ نہیں بلکہ ایک عظیم کُل کا معمولی جزو ہے لیکن نہایت اہم کہ اسی پر کُل کی فلاح و نجات کا انحصار ہے، اسی پر آنے والی زندگی کی بہاروں کا دارومدار ہے، تو جب ہم اسلامی نظام معیشت کی بات کرتے ہیں تو ہم اس زندگی کی ضرورت اور فلاح کی بات کرتے ہیں جو اپنی وسعت کے لحاظ سے دور جدید کے ہر تصور سے وسیع و عریض ہے......

۳

یہ نظام معیشت لانے والا کون تھا؟......اس کی شخصیت کیا تھی؟......اس کا کردار کیا تھا؟......دور قدیم اور دور جدید کی سب سے اہم کتاب، سب سے سچی کتاب نے جس انداز سے اس کا تعارف کرایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک جلیل القدر شخصیت کا مالک تھا......رسولوں اور نبیوں میں بے مثل و بے مثال......اس کا ذکر قرآن مجید میں تو ہے ہی......اس کا ذکر توریت میں ہے، اس کا ذکر انجیل میں ہے، اس کا ذکر گوتم بدھ کے ملفوظات میں ہے......اس کا ذکر ویدوں میں ہے، اس کا ذکر اپنشدوں میں ہے......وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں اور قرآن تو یہاں تک کہتا ہے کہ یہودی جب جنگ کرتے تھے تو آپ کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا مانگا کرتے تھے، ارشاد ہوتا ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ج فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّاعَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ (۱)

(ترجمہ) اوراس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جب تشریف لایاان کے پاس وہ جانا پہچانا، اس سے منکر ہو بیٹھے۔

تو آپ کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہ تھی......ایک عالمگیر اور جہاں گیر شخصیت تھی، کہ ہر آنے والے نے آمد آمد کی خبر دی، صدیاں بیت گئیں مگر یہ ذات قدسی صفات جیسی پہلے تابناک تھی ویسی ہی آج بھی تابناک ہے......آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوا بلکہ سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ آپ کے اقوال واعمال کی حقانیت اور واضح ہوتی جاتی ہے......اسلامی نظام معیشت لانے والی یہ عظیم شخصیت تھی......مگر بھیجنے والا کون تھا؟ وہی جو سارے عالم کا پالنہار ہے......جو سارے عالم کا مالک ہے......جو سارے عالم کا رازق ہے، اس نے اپ کو نوع انسانی کے لئے بھیجا اور فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ O (۲)

(ترجمہ) اورہم نے آپ کو عالم انسانیت کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْکُمْ جَمِيْعاً نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج (۳)

(ترجمہ) آپ فرمادیجئے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے۔

مگر یہ پیغام اور یہ نظام کس کے ذریعے سے پہنچا......وحی کے ذریعے سے......وحی کیا ہے؟......اقبال کہتا ہے کہ وحی زندگی کی آواز ہے......جب تک خود زندگی خوب وناخوب عمل کی گتھی نہ سلجھادے، یہ گتھی سلجھ نہیں سکتی......ہاں یہ زندگی کی آواز مگر یہ پیغام اور یہ نظام کس کے ذریعے سے پہنچا......وحی کے ذریعے سے......وحی کیا ہے؟......اقبال کہتا ہے کہ وحی زندگی کی آواز ہے...... جب تک خود زندگی خوب وناخوب عمل کی گتھی نہ سلجھادے، یہ گتھی سلجھ نہیں سکتی......ہاں یہ زندگی کی آواز جو زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتی ہے تو صدیوں کی باتیں لمحوں میں بتاتی چلی جاتی ہے......تجربات ومشاہدات کی محنت سے سبکدوش کر کے نتیجے بتاتی چلی جاتی ہے......حقیقتوں کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھنے کے لئے ایک زمانہ چاہئے......وہ بات جو اپنے اندر زمانے کے ہزاروں نشیب وفراز اور تجربات سمیٹے ہوئے ہو، ہاں وہ بات عقل نہیں بتاسکتی......وہ پیدل سفر کرتی ہے اور وحی کی رفتار کے آگے برق کی رفتار بھی کچھ نہیں......عقل جس راہ پر قدم رکھنے نہیں پاتی وحی اس راہ کو طے کر کے آن کی آن میں منزل تک پہنچا دیتی ہے......ہاں وحی نے زندگی کے سربستہ راز کھول کر رکھ دئے اور وہ کچھ بتادیا جو کسی کو معلوم نہ تھا......محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کے امین تھے، پھر ان کی نگاہ کی کیا بات ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:......

تریٰ مالا نریٰ (۴)

(ترجمہ) آپ وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے!

اور خود صحابہ سے فرمارہے ہیں:۔

هل ترون ما اریٰ ط قالو لا (۵)

(ترجمہ) کیا جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم سب دیکھتے ہو؟......سب یک زبان ہو کر بولے ''نہیں نہیں''

اسی لئے قرآن کہتا ہے:......

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (۶)

(ترجمہ) بلاشبہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور روشن کتاب آگئی......

ہر تاریک گوشے کو دکھا دینا روشنی کا کام ہے......تو نظام معیشت کے تاریک گوشے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے روشن ہو گئے اور جو زندگی دوبھر ہو رہی تھی وہ گوارا ہو گئی بلکہ خوشگوار ہو گئی......

۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نظام معیشت لائے اس کی اساس کیا ہے؟......اس کا بنیادی مقصد کیا ہے؟......قرآن کریم کا ارشاد ہے:......

يُرِيْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُبِكُمُ الْعُسْرَ (۷)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ دشواری کا

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا تو ہدایت فرمائی:......

یسروو او لا تعسروا (۸)

(ترجمہ) آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں پیدا نہ کرنا

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:......

فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (۹)

(ترجمہ) تم آسانیاں پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ دشواریاں پیدا کرنے کے لئے۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام معیشت دیا اس کا بنیادی مقصد لوگوں کو راحت پہنچانا ہے اور آسانیاں فراہم کرنا ہے۔

۶

نظام معیشت کے مقصد کے تعین کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نظام ایک خاص خطے کے لئے ایک خاص زمانے کے لئے قابل عمل تھا یا ساری دنیا کے لئے اور ہر زمانے کے لئے یکساں قابل عمل ہے......اس کا جواب اثبات میں ہوگا......زندگی ایک متحرک قوت ہے، اس کے احوال وشیون بدلتے رہتے ہیں......جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے، نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں......مکمل نظامِ حیات وہی ہے جس میں زمانے کی اس قوت متحرکہ اور زمانے کے نشیب وفراز کی رعایت رکھی گئی ہو......

معاشرہ ایک نقطے سے پھیل کر کہاں سے کہاں پہنچ چکا ہے......سارا عالم زندگی کی جلوہ گاہ بن چکا ہے......اس مرحلے پر ایک ایسے نظام معیشت اور ایک ایسے دستور حیات کی ضرورت ہے جو معاشرے کے ہر فرد کی ضرورت پوری کرتا ہو...... جو ہر ایک کی احتیاجات اور طبعی خواہشات کا کفیل ہو اور زندگی کے گوناگوں مظاہر میں راہبر ورہنما ہو...... جو ہمہ گیر ہو...... جو عالمگیر ہو...... جو ہر دل کی آواز ہو......جو ہر روح کی پکار ہو......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام معیشت دیا ہے وہ انسانوں کے ہر طبقے کے لئے ہر حال میں ہر زمانے میں یکساں طور پر قابل عمل ہے اور مؤثر ومفید ہے......گویا یہ نظام ایسا جامع ہے جو زمانے پر حاوی ہے......زمانہ اس پر حاوی نہیں کیوں کہ زمانہ جس نظام پر حاوی ہوتا ہے وہ بدلتا رہتا ہے......لیکن زمانہ کا عمل اور زمانہ کی رفتار دنیا کے دوسرے دساتیر کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام حیات کو باطل نہ کر سکی...... بلکہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اس نظام کی حقانیت اور افادیت ظاہر ہوتی جاتی ہے......مگر انسان کو انسان کا شکار کرنے مزا آتا ہے اسی لئے شکاری اس نظام کو اپنے لئے موت تصور کرتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں......یہ نظام معیشت نہ صرف انسانی معاش کے لئے اس کا رہنما ہے بلکہ معاد کے لئے بھی اس کی رہنمائی کرتا ہے اور زندگی کی بحیثیت مجموعی دیکھ بھال کرتا ہے......اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

نظام معیشت کے دائرہ کار کے تعین کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نفاذ کا طریقہ کار کیا ہے......؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اصلاح افکار کے لئے ایک انقلابی قدم اٹھایا...... کسی بھی نظام کا نفاذ، انقلاب اور اصلاح افکار کے بغیر ممکن نہیں...... جو نظام جبر واستبداد کے ذریعہ نافذ کیا جائے اس کو نہ دوام حاصل ہو سکتا ہے اور نہ مقبولیت...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نظام معیشت لائے اس کو جبراً نافذ نہیں فرمایا بلکہ افکار وخیالات میں انقلاب برپا کر کے آپ نے اس نظام کو ایسا دل پذیر بنادیا کہ لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تصور توحید پیش کیا، آپ نے تصور توحید پیش کر کے فکر انسانی کو مرکزیت بخشی اور ایک ایسا نظام حیات عطا فرمایا جو نظام معیشت، نظام معاشرت اور نظام سیاست کا جامع تھا...... نوع انسانی پر یہی آپ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس کو انتشار فکر سے بچایا اور ایک مرکز پر لگایا...... ایسے ماحول میں جہاں نگاہیں منتشر ہو چکی تھیں...... جہاں قلب ونظر کا سنبھالنے والا کوئی نہ تھا، آپ تشریف لائے اور انسانی معیشت میں ایک انقلاب برپا کیا...... ایسا انقلاب جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی...... انسانی وجود میں فکر ہی ایک ایسی قوت ہے جو اس کے تمام اقوال واعمال اور جذبات واحساسات کو کنٹرول کرتی ہے، اس لئے مقدم اس کی اصلاح ہے...... یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماحول کی اصلاح کرنے کے بعد قرب وجوار اور دور ونزدیک کے شاہان وقت، والیان ریاست اور سرداران قبائل کے نام جو فرامین بھیجے ان میں سب کو توحید کی دعوت دی مثلاً قیصر روم، کسرائے فارس، عزیز مصر، شاہ یمامہ، شاہ دمشق، شاہ حبشہ، شاہ شام، حاکم بحرین، امیر بصریٰ حاکم عمان، شاہان حمیر، سرداران حضرت موت وغیرہ...... بظاہر معیشت کا دعوت توحید سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا مگر تصور توحید اسلامی معیشت کی روح ہے...... یہی وہ سب سے بڑا فرق ہے جو اسلامی معیشت اور دور جدید کی نظام ہائے معیشت میں نظر آتا ہے اور یہ کوئی معمولی فرق نہیں، بنیادی فرق ہے...... انسان کبھی طبعی شرافت کی وجہ سے راہ راست پر چلتا ہے اور کبھی خوف وخطر کی وجہ سے...... حاکم وافسر کا خوف جلوتوں میں افراد کو قابو میں رکھ سکتا ہے، خلوتوں میں نہیں...... اللہ کا تصور ہی ایک ایسا عظیم تصور ہی جو خلوتوں اور جلوتوں میں انسان کی نگہبانی کرتا ہے اور ایک متوازن معیشت کے قیام میں مددگار ثابت ہوتا ہے......

۸

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصور توحید پیش کرنے کے بعد یہ بتایا کہ حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے، کائنات اور اشیاء کائنات کا وہی اصل مالک ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:......

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (۱۰)

(ترجمہ) آپ فرمادیجئے، اے اللہ: ملک کے مالک، تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے

پھر انسانی فکر کو اس طرف متوجہ کیا کہ آسمان سے مینہ کا برسانا، کھیتوں کا سیراب کرنا، باغوں کا سرسبز وشاداب ہونا، درختوں کا پھلوں اور پھولوں لد کر جنت نظارہ بنانا ایک ایسی ہستی کے اختیار میں ہے جو سارے عالم کی پالنہار ہے...... بے شک بیج بونا ہمارے اختیار میں دیا ہے، اس کے بعد سب کچھ اس کے اختیار میں ہے...... وہ خود فرماتا ہے......

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ج فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ج مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ط ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ O (۱۱)

(ترجمہ) یا وہ جس نے آسمان وزمین بنادیئے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا، اس سے پررونق باغ اگائے، تمہاری طاقت تو نہ تھی کہ باغ کے پیڑ اگاتے...... کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے؟ بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں

سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بیسیوں نعمتوں کا نام لے لے کر ذکر فرمایا ہے پھر فرمایا:......

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O (۱۲)

(ترجمہ) تم اپنے پالنہا کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟...... نعمتوں کا دینے والا اور نعمتوں کا خالق وہی مالک الملک ہے......

مگراس فکر کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ مدار کار انسان کی اپنی سعی اور کوشش پر ہے:.......

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (۱۳)

(ترجمہ) اورانسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی اور وہ عنقریب اپنی کوششوں کا صلہ دیکھے گا.......

لیکن گو مدار کا سعی پر ہے مگر رزق کی فراہمی، رزق کی تقسیم اور رزق کی وسعت وتنگی اللہ کے اختیار میں ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ یکساں مال پر یکساں قسم کے سعی ومحنت کے نتائج مختلف ہوتے ہیں حالانکہ یکساں ہونے چاہیں......

قرآن کریم میں ان حقائق کی اس طرح تشریح کی گئی ہے:.......

(۱) وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۱۴)

(ترجمہ)اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

(۲) اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضاً سُخْرِيًّاط وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (۱۵)

(ترجمہ) کیا تمہارے رب کی نعمت وہ بانٹتے ہیں؟......ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اوران میں ایک دوسرے پر درجوں میں بلندی دی تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور تمہارے رب کی رحمت ان کی جمع پونجی سے بہتر ہے۔

(۳) اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (۱۶)

(ترجمہ) کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے جس کے لئے چاہے......بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے۔

۱۰

معیشت کی ملکیت، معیشت کی فراہمی، معیشت کی تقسیم اور معیشت کی وسعت وتنگی کے بارے میں ضروری نکات کی وضاحت اور فکر کی تربیت کے بعد پھر ایسے امر کی طرف توجہ کی جو خوشحال معیشت میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے یعنی مال کی محبت کی نفی۔

افراد کو مال کی محبت خودغرض بنا کر معیشت اور معاشرے دونوں کو افراتفری کا شکار بنا دیتی ہے اور امیر وغریب کے درمیان خلیج بڑھتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ ایک آقا بن جاتا ہے دوسرا غلام......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی محبت کو انسانی رذائل میں سب سے بری خصلت قرار دیا، دور جدید میں جرائم کی کثرت اسی مال کی محبت کی وجہ سے نظر آتی ہے......قرآن کریم نے مال کی محبت، مال جمع کرنے اور دوسروں کا مال کھا جانے کو انسان کی سب سے بری خصلت قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:.......

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ○ن الَّذِىْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ○يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ○ (۱۷)

(ترجمہ) خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب بیان کرے، پیٹھ پیچھے برائی کرے (اور وہ) جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا......کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا؟

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:.......

كَلَّاط اِنَّهَا لَظٰى ○نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى○تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ○وَجَمَعَ فَاَوْعٰى (۱۸)

(ترجمہ) ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے، کھال اتارنے والی، بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا اور مال جوڑ کر سمیٹ رکھا۔

۱۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی محبت کی بیخ کنی فرما کر مال خرچ کرنے کی تلقین فرمائی اور بھی کسی غرض کے لئے نہیں بلکہ محض رضائے الٰہی کے لئے اور مومن کی پہچان ہی یہ بتائی کہ اس کی نگاہ بلند، مال کو خاطر میں نہیں لاتی وہ اپنی متاع عزیز کو راہ خدا میں خوشی خوشی خرچ کر دیتا ہے، اس کو سینٹ سینٹ کے رکھ کر نہیں بلکہ مال خرچ کر کے سکون ملتا ہے۔

فرمایا:......

اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰیO وَمَالِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰیٓ Oاِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی O (۱۹)

(ترجمہ) جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اسی پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

اس سلسلے میں قرآن کریم میں سورۃ الدھر میں ایک اہم واقعہ کا ذکر ملتا ہے...... حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ نے تین تین روزوں کی نذر مانی، جب وہ صحت یاب ہو گئے تو نظر کی وفا کا وقت آیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین صاع جو لائے، ایک ایک صاع روزانہ پکایا گیا مگر جب افطار کا وقت آتا کوئی نہ کوئی محتاج آجاتا...... ایک روز مسکین آیا، دوسرے روز یتیم آیا اور تیسرے روز اسیر آیا...... ان حضرات نے ہر روز اپنی روٹیاں ایک ایک کر کے ان کو دے دیں اور خود پانی پی پی کر روزے رکھے، ایثار و قربانی کے اس جذبے کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًاO اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَانُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا O (۲۰)

(ترجمہ) اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

قرآن کریم نے مومن کی نشانی یہ بتائی کہ نہ صرف یہ کہ وہ خود غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی کھلانے کی ترغیب دیتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا قرآن کی نظر میں درحقیقت دین کی تکذیب کرتا ہے اور اسلام کے نظام معیشت سے روگردانی کرتا ہے۔ (۲۱)

۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل اہمیت مال کو نہیں بلکہ انسان کو دی جس نے معیشت میں ایک انقلاب برپا کیا، آپ نے دولت کو انسان کی خادمہ قرار دیا اور خود جس انداز سے آپ کے اہل بیت اور صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے غریبوں، مسکینوں اور اسیروں کے ساتھ سلوک کیا اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ کے نزدیک دولت وہی دولت ہے جس سے انسان کی معیشت کی فلاح و اصلاح ہو...... آپ کے انقلاب آفریں انداز فکر و عمل نے عربوں کو آپ کی طرف متوجہ کیا اور وہ آپ کی بے دریغ داد و دہش اور اخلاق عالیہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ چاروں طرف سے امنڈ پڑے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احترام انسانیت کا درس دیا...... جب تک اس انسان کا احترام نہ کیا جائے جس سے نظام معیشت وابستہ ہے، نظام موثر نہیں ہوسکتا...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو انسان کا بھائی بنایا......

حالت جنگ میں جب کہ دور جدید میں انسانیت کی دھجیاں بکھیر دی جاتی ہیں...... ایسے جذباتی حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے سختی سے منع فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی قسم کی ہدایات جاری فرمائیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں انسان، انسانیت اور ان چیزوں سے کتنا پیار تھا جو انسانی معیشت سے متعلق ہیں...... آپ نے میدان جنگ کی طرف بڑھنے والے مجاہدین سے فرمایا:۔

میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں:۔

(۱) عورتوں (۲) بچوں اور (۳) ان لوگوں کو قتل نہ کرنا جو بہت بوڑھے ہوں......

(۴) پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا......

(۵) آبادیوں کو نہ اجاڑنا......

(۶) کسی بکری یا (۷) اونٹ کو ذبح نہ کرنا مگر کھانے کے لئے......

(۸) کھجور کے درختوں کو نہ جلانا، نہ ڈبونا، نہ جڑ سے اکھاڑنا......

(۹) خیانت نہ کرنا......

(۱۰) اور بزدلی نہ دکھانا...... (۲۲)

پھر اسلام میں میدان جنگ کے آداب ملاحظہ ہوں...... کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دشمن کی لاش کے ہاتھ پیر یا ناک کاٹ ڈالے...... یہ باتیں اسلام میں حرام ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں انسان کتنا محترم ہے، اسلام کی بلندی فکر کی گرد تک بھی دور جدید کی فکر نہیں پہنچ سکتی...... جس کو انسان کی فکر ہے، اس کو انسانی معیشت کی کتنی فکر ہوگی؟...... اس فکر میں کتنا اخلاص ہے، کتنا درد ہے، کتنا سوز ہے؟...... کوئی غرض نہیں، غرض یہ ہے کہ بس انسان کا بھلا ہو۔

۱۳

اسلام کا چھٹی صدی عیسوی میں ظہور ہوا۔ یہ زمانہ تھا جب عرب میں گھریلو صنعت کو بھی خاطر خواہ مقبولیت نہ تھی، زیادہ تر زراعت پر معیشت کا انحصار تھا، زراعت کے علاوہ گلہ بانی بھی ایک ذریعہ تھا، معدنی اشیاء کی بھی تجارتی ہوتی تھی، رسل ورسائل کے ذرائع محدود تھے۔ بری سفر اونٹوں اور گھوڑوں پر ہوتا تھا اور بحری سفر کشتیوں اور جہاز نما کشتیوں پر...... عربوں کے معاشی حالات مجموعی طور پر اچھے نہ تھے تجارت وزراعت یہودیوں کے ہاتھ میں تھی اور وہ سودی کاروبار کرتے تھے، امیر وغریب میں بڑی خلیج تھی، امیر عیش وآرام سے زندگی بسر کرتے تھے جب کہ غریب نان شبینہ کے محتاج تھے۔ غریبوں کے لئے معاش کا مسئلہ سب سے اہم مسئلہ تھا...... جیسا کہ عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے فکر ونظر کی اصلاح کی پھر زندگی کے ہر شعبے خصوصاً معیشت میں انقلاب برپا کیا...... مال غنیمت کے پانچوں حصے میں یتیموں محتاجوں، مسافروں کا حصہ رکھا اور اس طرح ان کی معیشت کو سدھارا...... ارشاد ربانی ہے:۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ الایہ (۲۳)

(ترجمہ) اور جان لو جو کچھ غنیمت لو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا ہے......

مال غنیمت تو ایک حادثاتی ذریعہ آمدنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غرباء، مساکین کے لئے زکواۃ کی صورت میں ایک مستقبل ذریعہ آمدنی متعین فرمایا۔ زکوٰۃ کو اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن قرار دیا، اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ کا اعلان فرمایا اور جنگ فرمائی۔ تو زکوٰۃ کوئی معمولی فرض نہیں بلکہ ایک اہم فرض ہے۔ زکوٰۃ فرضیت اور اہمیت کے سلسلے میں قرآن کریم میں بکثرت آیات نظر آتی ہیں۔ مثلاً

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ○ (۲۴)

(ترجمہ) بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے۔ جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، اور جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں......

زکوٰۃ سونے چاندی، مال تجارت، اناج، پھلوں وغیرہ پر فرض ہے...... زکوٰۃ کے سلسلے میں ایک بات قابل توجہ ہے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے مال حاضر وموجود اور مال منجمد پر زکوٰۃ فرض کی، مال غائب وغیر موجود پر فرض نہیں کی، مثلاً چاندی، سونے کے زیور اور وہ روپے جن پر سال گزر جائے اور وہ جو ایک سال منجمد پڑے رہیں...... یا وہ مال جو دکان میں موجود ہے...... مال غائب پر شریعت نے ٹیکس نہیں لگایا یعنی وہ مال جو ضرورت کے وقت خرچ کر دیا گیا اور مالک کے پاس کچھ نہیں بچا، بلکہ بعض حالات میں وہ مقروض بھی ہو گیا، ایسی آمدنی پر ٹیکس لگانا شریعت کے منشاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ شریعت ظالمیت ومظلومیت کو ختم کر کے نوع انسانی کے لئے آسانیاں فراہم کرنے آئی ہے، دشواریاں پیدا کرنے نہیں آئی۔ اور عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ جس مالک کا مال خرچ ہو چکا ہو اور وہ ضرورتوں کے بوجھ تلے دب گیا ہو اس سے اس مال کا ٹیکس نہ لیا جائے جو موجود ہی نہیں اور ایک لمحہ منجمد بھی نہیں رہا ایسی صورت میں ٹیکس لینا مناسب اور غیر معقول ہے۔ ہاں اگر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہو تو اس کو ادا کرنا ہی ہے......

زکوٰۃ کے مستحقین میں معاشرہ کے ان لوگوں کو شامل کیا ہے جو یا تو حقیقتاً ضرورت مند اور محتاج ہیں یا حادثاتی طور پر ضرورت مند اور محتاج ہو گئے......شریعتِ محمدیہ کی نظر میں یہ لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہیں......

۱...... وہ شخص جس کے پاس نہ پہننے کو کپڑے ہیں اور نہ کھانے کو روٹی شریعت میں ایسے شخص کو ''مسکین'' کہا جاتا ہے۔

۲...... وہ شخص جس کے پاس پہننے اوڑھنے اور کھانے کو تو ہے مگر صاحب نصاب نہیں شریعت میں ایسے شخص کو ''فقیر'' کہتے ہیں۔

۳...... وہ شخص جو اپنے وطن میں تو مالدار ہے مگر وطن سے دور غریب الوطنی میں محتاج ہو گیا ہے یعنی مسافر۔

۴...... وہ غلام یا قیدی جس کو آزاد ہونے اور رہائی کے لئے رقم کی ضرورت ہو۔

۵...... وہ مجاہد جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے یا وہ طالب علم جو تحصیل علم میں سرگرداں ہو۔

۶...... وہ لوگ جو زکوٰۃ وصول کرنے، اس کا حساب کتاب رکھنے اور تقسیم کرنے کا کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر زیادہ سے زیادہ ایک چوتھائی خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔

۱۴

زکوٰۃ کے علاوہ عید الفطر پر صدقۂ فطر ہر صاحب حیثیت مسلمان پر نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ زیر کفالت ایک ایک بچے کی طرف سے ادا کرنا واجب قرار دیا اور یہ فقیروں اور مسکینوں کے لئے مخصوص ہے...... اسی طرح عید الاضحیٰ پر ہر صاحب حیثیت مسلمان پر قربانی واجب قرار دی۔ اور گوشت کا ایک حصہ فقراء کے لئے مخصوص کر دیا گیا...... سب کچھ خرچ کرنے کے باوجود بھی صدقہ وخیرات کا حکم دیا گیا اور فقراء ومساکین پر خرچ کرنے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی گئی، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے......

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۲۵)

(ترجمہ) ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہیں جس نے اگائیں سات بالیں، ہر بال میں سو دانے، اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔

خرچ کرنے کی انتہا ہے کہ صحابہ کرام خرچ کرتے جاتے اور پوچھتے جاتے کہ اور خرچ کریں؟...... اور کیا خرچ کریں؟ ارشاد ہوتا ہے:۔

''تم کہو کہ جو ضرورت سے بچ رہے، وہ سب خرچ کر دو'' ......(۲۵۔۱)

ایسے معاشرے میں جہاں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ایسے جانثار بستے ہوں، وہاں کوئی کیسے بھوکا رہ سکتا ہے؟......

حیرت ہے کہ ہم جینے کے لئے انسانوں کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، ہم ہاتھ پیر نہیں ہلاتے، ہم باتیں بہت بناتے ہیں اور دشمنانِ اسلام کی باتوں میں آ جاتے ہیں۔

۱۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معیشت کو خاص اہمیت دی......اسلام کے ارکان پنجگانہ کا کسی نہ کسی طرح سے نظام معیشت سے تعلق نظر آتا ہے اور بہت گہرا......اس کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہے...... ہاں ایک بات قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ عبادات میں کوتائی پر ایسی سزا تجویز کی گئی ہے جو معاشرے کی مفلوک الحال افراد کو معاشی طور پر مدد دے مثلاً جان بوجھ کر جس نے روزہ توڑا، اس کے کفارے کی ایک صورت یہ ہے کہ ۶۰ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ایک غلام آزاد کرے......حالت احرام میں کوتاھیاں ہو جائیں تو کسی کو کوتاہی پر ۲ سیر سے زیادہ گیہوں دینے یا چار سیر سے کچھ زیادہ جو یا کھجور دینے کا حکم ہے، کسی غلطی پر بکری یا بھیڑ ذبح کرنے کا حکم ہے' کسی کوتاہی پر گائے یا اونٹ ذبح کرنے کا حکم ہے......ظاہر ہے کہ کفارے کے لئے یہ گیہوں، جو، کھجوریں اور گوشت معاشرے کے غرباء کا حصہ ہیں......عہد نبوی میں بعض لوگ مہینوں گوشت نہیں کھاتے تھے......جس سرزمیں پر گوشت کی کامیابی کا یہ عالم تھا آج وہاں گوشت ہی گوشت ہے......یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام معیشت کی برکتیں ہیں کہ جس معاشرے میں گوشت عنقا تھا وہاں کے معاشی حالات میں ایسا انقلاب آیا کہ ہر طرف گوشت ہی گوشت نظر آ رہا ہے......مگر کھانے والے نہیں۔

۱۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں ایسی اصلاحات کیں کہ معیشت خود بخود سدھرنے لگی مثلاً نکاح کا طریقہ رائج کر کے خاوند کو بیوی بچوں کا کفیل و ذمہ دار بنایا اور اگر اس کے معاشی حالات اچھے ہیں اور وہ عدل و مساوات پر قائم رہتے ہوئے معاشرے کی دوسری عورتوں کی معاشی ذمہ داریاں قبول کر سکتا ہے تو اس کو محدود تعداد میں یہ معاشی بوجھ اٹھانے کی اجازت ہے۔ ہاں اس کی اجازت نہیں کہ ایک کا بوجھ اٹھا کر دوسری کو معلق کر دے اور اس کا بوجھ اس پر ڈال دے......عورتیں اسلام سے قبل معاسرتی اور معاشی طور پر تباہ تھیں، جن کو دفن کیا جاتا تھا، جن کو مال وراثت سمجھ کر تقسیم کر دیا جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر کا مالک بنایا اور وراثت سمجھ کر تقسیم کر دیا جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر کا مالک بنایا اور وراثت میں حصہ دار بنایا۔ تقسیم وراثت کا ایک ایسا منظم نظام پیش کیا جس نے انسانی معیشت کی خوش حالی کے لئے راہیں ہموار کیں، یہ موضوع ایک الگ مقالے کا متقاضی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا خرچ خاوند پر، نابالغ اولاد کا خرچ والد پر محتاج والدین کا خرچ بیٹا بیٹی پر، بہن کا خرچ بشرط استطاعت بھائی پر واجب کیا اور اس طرح معاشرے میں ممکنہ غربت و افلاس کا سد باب فرمایا...... بوڑھے والدین کو اسلامی معاشرے میں جو مقام دیا گیا ہے مغربی معاشرہ اس کی گرد تک بھی نہ پہنچ سکا، مغربی معاشرے میں بوڑھے ماں باپ، خاندان میں شامل نہیں...... خاندان جس نے بنایا وہ خاندان سے باہر کر دیا گیا، یہ ایک عظم المیہ ہے......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الجنة تحت اقدام الامهات (۲۶)

(ترجمہ) جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

نیز فرمایا:۔

هما جنتک و نارک

(ترجمہ) وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں (یعنی فرماں برداری کی تو جنت ہی جنت ہے اور نافرمانی کی تو دوزخ ہی دوزخ ہے)۔

والدین کا درجہ اتنا بلند کر دیا گیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْمًا O وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا O (۲۷)

(ترجمہ) اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''ہوں'' ! نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھانا، نرم دلی سے، اور عرض کرنا میرے پالنہار تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ بچپن میں ان دونوں نے مجھے پالا۔

اس آیت میں والدین کے مقام و مرتبہ کو بلند کر دیا گیا اور اولاد کو ان کی معاشی خدمت میں لگا کر معاشرے کو ایک عظیم المیہ سے بچا لیا۔

۱۷

معاشی فلاح میں حقوق کی پاسداری بڑی بنیادی اہمیت رکھتی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق کی پاسداری کا بڑا خیال رکھا اور ان گوشوں میں حقوق کی بات کی جہاں انسانی ذہن بھی منتقل نہیں ہوتا...... آپ نے ان حقوق کی پاسداری فرمائی..... جسم و جاں کا حق،...... در و دیوار کا حق، اولاد کا حق، بیوی کا حق، غلام کا حق، عزیزوں کا حق، پڑوسیوں کا حق، مسلمانوں کا حق، اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق، مال و دولت کا حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فلا حق للازار فی الکعبین (۲۸)

(ترجمہ) تہبند کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں......

اللہ اکبر! جو ہستی اعضاء انسانی کی حقوق کی پاسداری کرے وہ انسانی حقوق کی کتنی پاسدار ہوگی...... مال و دولت کا حق یہ بتایا کہ مال کو وہاں خرچ کیا جائے جہاں خرچ کرنے کا حق ہے......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی......

اللھم انی اسئلک ان انفقه فی حقه (۲۹)

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ مال وہیں خرچ کروں جہاں خرچ کرنے کا حق ہے......

۱۸

حقوق کی پاسداری کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی توانائیوں کو ضائع کرنے سے سختی سے منع فرمایا...... اور ساری توانائیاں تحصیل علم کے لئے وقف کر دینے کا حکم دیا چونکہ علم ایک عظیم معاشی قوت ہے جس کے ذریعے عالمی معاشیات نے وہ جست لگائی کہ دنیا دیکھ کر حرام ہوئی جاتی ہے..... مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما کر..... ''مہد سے لحد تک علم حاصل کرو''...... معاشی فلاح کا ایک عظیم نکتہ بیاں فرما دیا اور ایک انقلابی تصور عطا فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تفریح کو لہو و لعب قرار دیا جس سے توانائی ضائع ہو اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو..... محض لذت پسندی یا لذت اندوزی اسلام کے منشاء کے خلاف ہے...... وہ زندگی کے ہر گوشے اور ہر شعبے میں افادیت کا قائل ہے...... دنیوی اور دینی افادیت...... اسی لئے آپ نے فرمایا:۔

اے اللہ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کو نفع نہ پہنچائے...... (۳۰)

نیز فرمایا:۔

ان من اشر الناس عند اللہ منزلة یوم القیامة عالم لا ینتفع بعلمه (۳۱)

(ترجمہ) قیامت کے دن شریر ترین انسانوں میں اللہ کے نزدیک وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالمیت و مظلومیت سے پاک معیشت کو پیش کیا اسی لئے سود کو حرام کیا کہ سود لینے دینے میں ایک ظالم ہوتا ہے اور دوسرا مظلوم...... جس معاشرے میں یہ صورتحال ہو وہ معاشی طور پر پنپ نہیں سکتا، وہاں غریب و مسکین ہمیشہ بدحال رہتے ہیں، افراد غلام ہو جاتے ہیں، قومیں غلام ہو جاتی ہیں اسی لئے اسلامی معیشت سے سود کو نکال دیا گیا تا کہ انسان، انسان کا غلام نہ بن سکے، بلکہ وہ اللہ کا بندہ بن کر آزاد زندگی گزارے...... دور جدید میں سود کے ذریعے اقوام نے اقوام کو، افراد نے افراد کو قید کر رکھا ہے، وہ آزاد ہوتے ہوئے بھی قیدی ہیں...... ان کی حالت قابل رحم نظر نہیں آتی مگر قابل رحم ہے۔

۱۹

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور اصلاح یہ فرمائی کہ معیشت میں پاک وناپاک اور حلام وحرام کا تصور دیا، یعنی ایک فلاحی معاشرے کا تصور عطا فرمایا، جس کی طرف ٹھوکریں کھا کر دنیا اب آ رہی ہے، مگر کسی چیز کے پاک وناپاک ہونے اور مفید وغیر مفید ہونے کا علم آسانی سے نہیں ہوتا، اس کے لئے برسوں تجربے ومشاہدے کی ضرورت ہوتی ہے تب کہیں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ فلاں چیز حقیقتاً مفید ہے اور فلاں چیز غیر مفید...... فلاں چیز پاک ہے، فلاں چیز ناپاک...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارے عالم پر احسان ہے کہ آپ نے بحربے کی کلفتوں اور مشاہدے کی صعوبتوں سے نجات دلا کر اس منزل تک پہنچا دیا جہاں انسان برسوں اور صدیوں میں پہنچتا...... انسانی مساعی کو مختصر کر دیا، صدیوں کو چند لمحوں میں سمیٹ کر رکھ دیا...... یہ انقلاب تھا...... یہ ایک عظیم احسان تھا...... جو شے انسان کے لئے مفید تھی اس کو پاک وحلال کر دیا گیا، جو غیر مفید تھی اس کو حرام قرار دے دیا گیا، اس طرح انسانی معیشت میں فلاح واصلاح کے شعبے کو متعارف کرایا گیا...... دولت کے ساتھ حصول دولت کے ذرائع کی بھی نشاندھی کر دی کہ کونسا ذریعہ مفید ہے اور کونسا ذریعہ غیر مفید اور مضر......

۲۰

ایک اصلاح یہ فرمائی کہ اسراف وتبذیز سے روکا...... یعنی ضرورت کے وقت ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے اور بلاضرورت خرچ کرنے سے روکا...... قرآن کریم میں بلاضرورت خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا یعنی ایسے افراد اپنی سرکشی وبدبختی میں شیطان سے ملتے جلتے ہیں اور پوری معیشت کو تباہ کرنے والے ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف دنیاوی معاملات میں بلکہ عبادات میں بھی اسراف سے روکا ہے...... وضو میں پانی خرچ کرنے کا ایک شرعی اندازہ ہے...... ایک صحابی تلاب کے کنارے وضو کر رہے تھے اور بے دریغ پانی بہا رہے تھے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا...... انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تالاب پر بھی؟...... فرمایاں!...... حالانکہ تالاب پر پانی بہانے سے منع کرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے مگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ڈھیل دینے سے عادتیں بگڑ جاتی ہیں اور سنبھالے نہیں سنبھلتیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ تالاب پر عادت بگڑ جائے پھر گھر جا کر یہ عادت پریشان کن حالات پیدا کر دے، خصوصاً ایسے مقامات پر جہاں پانی کم یاب ہو۔

خرچ کرنے کا محرک کبھی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی خواہش اگر محرک ضرورت ہے تو معاشی بحران پیدا نہیں ہوسکتا، معاشی بحران جب ہی پیدا ہوگا جب ضرورت کے تحت نہیں بلکہ خواہش کے تحت خرچ کیا جائے...... ضرورت کا ایک وقت ہے خواہش کا کوئی وقت نہیں...... خواہش جتنی بے لگام ہوگی اتنی ہی اشیاء معدوم ہوتی جائیں گی اور ضرورت والوں کی ضرورتیں، خواہش والوں کی نذر ہو جائیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراف وتبذیر سے منع فرما کر معیشت کو ممکنہ ابتری سے بچایا اور ایک خوشحال معیشت کے لئے نہایت ہی مفید اصلاح فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی اصلاح کے لئے اخلاقی قوت کو استعمال کیا اور اس طرح بالواسطہ معیشت کو نئے خطوط پر استوار کیا..... جس طرح ماکولات، مشروبات، ملبوسات وغیرہ میں پاک وناپاک، حلال وحرام کی نشاندہی فرمائی اس طرح اخلاق میں فضائل ورذائل کی نشاندہی فرمائی کہ بہترین معیشت کا انحصار اخلاقی فضائل پر ہے۔

اسی لئے فرمایا:۔

انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق (۳۲)

(ترجمہ) میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاقی بندیوں کو مکمل کروں۔

اور قرآن کریم میں فرمایا:

وَاِنَّ لَکَ لَا جْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ O وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ O (۳۳)

(ترجمہ) اور آپ کا اجر لازوال ہے آپ اخلاق کی اعلی بلندیوں پر فائز ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان احبکم الیّ واقربکم یوم القیٰمۃ احاسنکم اخلاقاوان بغضکم وابعد کم منی اساربکم اخلاقا۔ (۳۴)

(ترجمہ) قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ پیارے اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے زیادہ بہتر ہوں گے۔ اور میرے غصّے کے مارے اور مجھ سے دور وہ ہوں گے جن کے بدترین اخلاق ہوں گے......

(۱) اخلاقی فضائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی پر بہت زور دیا ہے یعنی عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں سے ہر صورت میں تعلقات قائم رکھنے اور ان کو استوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا:۔

ان اللہ یصل من وصل رحمہ ویقطع من قطع رحمہ (۳۵)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس کو بنائے رکھتا ہے جو اپنی رشتہ داریوں کو بنائے رکھتا ہے اور اس کو الگ تھلگ کر دیتا ہے جو اپنے رشتہ داروں سے الگ تھلگ رہتا ہے......

اور فرمایا:۔

لا ید خل الجنۃ قاطع رحم (۳۶)

(ترجمہ) تعلقات کو توڑنے والا، رشتہ داریوں کو ختم کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا......

فلاحی معیشت کے لئے افراد کا باہم شیر وشکر ہونا ضروری ہے، خودغرض معاشرے میں فلاحی معیشت کا تصور نہیں کیا جاسکتا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی پر زور دیا۔

(۲) دوسری چیز جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا سادگی ہے آپ نے فرمایا:۔

ان البذاذۃ من الایمان ان، البذاذۃ من الایمان (۳۷)

(ترجمہ) بلاشبہ سادگی ایمان کی نشانی ہے بیشک سادگی، ایمان کی نشانی ہے......

سادگی معاشی طور پر نہایت اہم ہے خصوصاً غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر اقوام کے لئے...... جس قوم میں تکلفات جگہ پا جائیں وہ معاشی طور پر مستحکم نہیں ہوسکتی...... تکلفات معاشرے کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں اور قوم اس قابل نہیں رہتی کہ کبھی اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکے، اپنی مدد کر سکے اور پھر دوسروں کی مدد کے قابل ہو سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر گوشے میں سادگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے غرض ہر ادا میں خاکساری وسادگی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ رہنے کے لئے ایک کچا مکان، پہننے کے لئے ایک کرتا اور ایک تہبند، کھانے کے لئے جو کی روٹی، اور بیٹھنے کے لئے ایک چٹائی......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیاری سادگی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ اس سے کم تر اضطراری معاشی حالت میں بھی معاشرے کا کوئی فرد نہ ہوگا، آپ کو دیکھ کر ہر شخص کو چین آ جاتا، فرمایا جب اپنی حالت پر غور کرو تو اپنے سے زیادہ خستہ حال کو دیکھ لیا کرو، چین آ جائیگا، سرکار نے اپنا ہی نمونہ پیش کر دیا اور آج بھی معاشرے کے غریب سے غریب انسان کو آپ کے حالات سن کر چین آ جاتا ہے، وہ خود کو معاشی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر حالت میں پاتا ہے:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غریب پروری کا یہ عالم تھا کہ آپ دعا فرمایا کرتے تھے......

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ (۳۸)

(ترجمہ) اے اللہ مجھ کو مسکین ہی زندہ رکھ، مسکین ہی دنیا سے اُٹھا اور مسکینوں ہی کے زمرے میں میرا حشر فرما......

اور یہی غریب پروری اور معاشی حقیقتوں سے آگہی تھی کہ آپ نے ہدایت فرمائی......

اعطوا الا جیرا جرہ' قبل ان یجف عرقہ۔ (۳۹)

(ترجمہ) مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو......

(۳) اخلاقی فضائل میں طلب وسوال سے بچنا اور مستغنی رہنا ایک عظم خوبی ہے......جس کے لئے اقبال نے کہا ہے:۔

غیرت ہے بڑی چیز جہاں تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردار

ایک صحابی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا:

ان لا اسئل الناس شیئا (۴۰)

(ترجمہ) میں کسی سے کچھ نہ مانگوں......

انسان کو جب کسی بری چیز کی عادت پڑ جاتی ہے تو اس کا چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے......اور گھر ہی زندگی کی وہ پہلی منزل اور درس گاہ ہے جہاں انسان کی عادتیں بنتی، بگڑتی ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی درس گاہ میں وہ سبق سکھا دیا جو زندگی بھر کام آئے......طلب وسوال اس سے خود اعتمادی ختم ہو جاتی ہے اور سوال کرنے والا مقروض ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اپنی دولت وعزت گنوا بیٹھتا ہے اور بالآخر نہتارہ جاتا ہے......حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھایا کرتے تھے جس کے ورثے میں اتنا مال نہ بچا ہو کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے لیکن بعد میں جب یہ آیت نازل ہوئی......

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ (۴۱)

(ترجمہ) نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے اور اس کی ازواج ان کی مائیں ہیں......

تو آپ نے فرمایا:۔ اب ہر مرنے والے مقروض کا قرض ہم ادا کریں گے کہ ہم اس کی جان سے بھی زیادہ اس کے مالک ہیں (۴۲) ......

۲۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا خود کر کے دکھا دیا اور ایک ایسا مثالی نمونہ پیش کیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی......آپ نے اپنی معیشت وہ رکھی جو معاشرے کی معمولی سے معمولی فرد کی بھی نہ ہوگی اور یہ کیفیت اضطراری نہ تھی بلکہ اختیاری تھی، سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ پاس نہ رکھا اور دوسروں کی معیشت کی بھلائی کے لئے اپنا سب کچھ لٹادیا، یہ آپ کی الوالعزمی کی دلیل ہے۔ جب ایثار کا یہ عالم ہو اور معیشت اتنی سادہ ہو تو معاشرے کا ہر فرد آپ کا فدا کار و جانثار کیوں نہ ہو!......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عملی تربیت ہی تھی کہ جب دور فاروقی میں کسی صحابی نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کی روٹی کھاتے دیکھا تو عرض کیا اب تو گیہوں عام طور پر مل جاتا ہے آپ گیہوں کی روٹی کیوں نہیں کھاتے؟ آپ نے جو کچھ فرمایا، آب زر سے لکھنے کے قابل ہے...... فرمایا ''اگر تم مجھ کو یقین دلا دو کہ معاشرے کا ہر فرد گیہوں کی روٹی کھا رہا ہے تو پھر میں گیہوں کی روٹی کھالوں گا''...... یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام معیشت میں خلیفہ وقت کی غریب پروری کا یہ عالم تھا!

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ نظام معیشت نے پورے جزیرہ عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور جہاں پہلے غریب و نادار رہتے تھے وہاں اب خیرات لینے والا کوئی نہ رہا...... زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی......مردہ تنوں میں جان آ گئی......پستی کی طرف جانے والے بلندیوں کی طرف جانے لگے...... جو کبھی بکریاں چرایا کرتے تھے، جن کو نان شبینہ میسر نہ تھی، جو سوکھے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے، وہ حاکم و حکمران بن کے نمودار ہو رہے تھے......جن کی اپنی معیشت تباہ تھی وہ دوسروں کی معیشت بنا رہے تھے......ایسا انقلاب دنیا نے نہ دیکھا۔

۲۳

انقلاب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انقلاب لانے والے سے فدا کارانہ محبت نہ ہو، سرفروشانہ تعلق نہ ہو......اسی لئے قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادِ الآیه (۴۳)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمایا، وہ تجارت جس میں نقصان ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدے......

اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لایومن احدکم حتی یقال انه مجنون (۴۴)

(ترجمہ) تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا (جب تک دیکھنے والے) کہنے نہ لگیں کہ یہ تو دوانہ ہے......

تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جذباتی لگاؤ اور ایسی دیوانگی و جنوں کی ضرورت ہے جو این و آں سے بے نیاز کر دے، پھر وہی چیز نظروں میں حسین معلوم ہو جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسم کو حسین معلوم ہوتی تھی......

اقبال نے کیا خوب کہا ہے:۔

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے؟
یہ ہے نہایت اندیشہ و کمالِ جنوں!

☆☆☆